التحقيق الفريد في ألفاظ التهنئة بالعيد

عیدین میں مبارکبادی کا مسنون طریقہ

مؤلف

محمد خالد خان قاسمی

خادم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

ناشر

المكتبة القاسمية

کے۔ ایس۔ ملی، کنور پوسٹ، ہنور باگلور مین روڈ، بنگلور ۹۴۱۳۶۵

Mobile : 9900293404

التحقیق الفرید فی ألفاظ التھنئۃ بالعید

عیدین میں مبارکبادی

کا

مسنون طریقہ

مؤلف

مولانا محمد خالد خان قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

المکتبۃ القاسمیۃ

تفصیلات

نام کتاب : عیدین میں مبارکبادی کا مسنون طریقہ

تالیف : مولانا محمد خالد خان قاسمی
استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

طبع اول : شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

صفحات : ۵۸

ناشر : **المكتبة القاسمية**
جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

ای میل : khalidkhanqasmi@gmail.com

موبائل : 919900293404

فہرس

صفحہ	عناوین
۵	تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
۶	سبب تالیف
۷	تمہید
۷	عید کے موقعہ پر خوشی منانے کی رخصت
۹	مسلم معاشرہ کی حالت زار
۱۰	اسلامی عید کا امتیاز
۱۱	اعیدین کی مبارکبادی کا مشروع طریقہ
۱۳	اس دعاء کے معنی ومفہوم
۱۵	ایک اہم فائدہ
۱۶	ایک ضروری تنبیہ
	احادیث ،آثار صحابہ وتابعین
۱۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل
۲۲	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول

حضرات تابعین رحمہم اللہ کا عمل	۲۶
ایک روایت جس میں اس دعا کی کراہت مروی ہے	۲۸
خلاصۂ کلام	۳۰
تصریحات فقہاء عظام	
مالکیہ کا مسلک	۳۴
حنابلہ کا مسلک	۳۵
شوافع کا مسلک	۳۶
مسلکِ احناف	۳۷
حاصل کلام	۴۲
معاشرہ میں رائج طریقہ ہائے مبارکبادی اور ان کا حکم	
عید مبارک کہنا	۴۴
عید کا مصافحہ اور معانقہ	۴۷
تصویر دار بیانر اور پوسٹر لگانا	۴۹
اخبارات میں تصویر کے ساتھ مبارکبادی	۵۰
عید کارڈ کا استعمال	۵۱
اپنے بڑوں کے پاؤں چھونا	۵۲
قدم بوسی کا مسئلہ	۵۵
میسج یا ای میل بھیجنا	۵۸

التقریظ

تھانوئ وقت، یادگارِ اسلاف، عالمِ ربانی

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مدظلہ

ہمارا دین "الاسلام" ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس میں وہ اجزاء بھی ہیں جن پر دین کی بنیاد ہے اور وہ ایسے اجزاء ہیں جن پر دین کے وجود و بقاء کا مدار ہے۔ اور اس میں وہ اجزاء بھی ہیں جن کا درجہ ایسا تو نہیں؛ لیکن دین کے وہ تکمیلی و تحسینی اجزاء ہیں، جن کے نہ ہونے سے دین کے بقاء کے باوجود، دین کا حسن و جمال متاثر ہوتا ہے۔

انہی اجزاء میں سے دین کے بہت سے سنن و مستحبات اور آداب و فضائل ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں عزیز گرامی مولانا خالد خان حفظہ اللہ تعالی استاذ جامعہ مسیح العلوم نے عیدین کے موقع پر مبارکبادی کے مسنون طریقے پر بحث کرتے ہوئے غیر مسنون طریقوں کا جائزہ لیا ہے اور مسنون طریقے کو اپنانے کی دعوت دی ہے۔

بندہ نے مؤلف سلمہٗ سے از اول تا آخر اس کو سنا اور صحیح و صواب پایا اور مفید محسوس کیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مؤلف کی مساعی کو قبول فرمائے اور اس رسالہ کو مفید بنائے۔

فقط

محمد شعیب اللہ

سببِ تالیف

آج سے کوئی چار پانچ سال پرانی بات ہے کہ احقر راقم الحروف نے ایک جگہ عید کے موقعہ پر یہ بات کہی کہ عید کی مبارک باد میں "تقبل الله منا و منکم" (اللہ ہمارے اور تمہارے اعمال قبول کرے) کہنا مستحب ہے، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ ﷺ انہی الفاظ سے مبارک باد دیا کرتے تھے، یہ بات میں نے ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "جواہر شریعت" کے حوالہ سے بتائی تھی۔ تو ایک مولانا نے یہ کہا کہ یہ بات ہم نے کہیں نہیں دیکھی اور بالخصوص فقہ وفتاویٰ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ نیز بعض دوستوں سے سننے میں آیا کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

اس لئے راقم کو خیال ہوا کہ اس سلسلہ کی احادیث وآثار اور تصریحات محدثین وفقہاء کو جمع کر دیا جائے۔ اور اس لئے بھی ضروری معلوم ہوا کہ لوگ عام طور سے اسے نہیں جانتے اور عیدین کے موقعہ پر دوسری بدعات اور خرافات میں منہمک رہتے ہیں۔

ہم نے اس رسالہ میں مذکورہ الفاظ کا ثبوت احادیث اور آثار صحابہ وتابعین کی روشنی میں پیش کیا ہے، نیز ان کے معنی ومفہوم اور ان کی جامعیت ومعنویت بتاتے ہوئے معاشرہ میں رائج طریقوں کا جائزہ لے کر ان کا حکم بھی بتایا ہے۔

میں عید الفطر کے مبارک موقعہ پر اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عید سعید کا یہ عظیم تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو میرے والدین، اساتذہ کرام اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت اور مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔

آمین یارب العالمین

محمد خالد خان قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ وہ غم اور خوشی کے وقت اپنے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے، تا کہ اپنے دل کو چین وسکون اور فرحت ومسرت پہنچا سکے۔ چنانچہ جب بھی انسانوں کو کوئی اجتماعی یا انفرادی غم یا خوشی حاصل ہوتو اس وقت انسان اپنے غم اور خوشی میں اپنے احباء واقرباء کو بھی شریک کرتا ہے اور احباء واقرباء بھی اس میں شریک ہوتے ہیں، اور یہ فطری بات ہے چنانچہ بلافرق مذہب وملت ساری قوموں اور تمام اہل مذاہب میں رائج ہے، اور مذہب اسلام نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے ،اور بہت سے مواقع کو مواقعِ رنج وغم مان کر اس سے متعلق احکام کی طرف رہبری کی ہے تو دوسری جانب بہت سے مواقع کو مواقعِ خوشی ومسرت قرار دے کر، اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے۔

عید کے موقعہ پر خوشی منانے کی رخصت

انہی مواقعِ مسرت میں سے ایک بڑا ہی اہم موقعہ عیدین (عیدالفطر وعیدالاضحیٰ) بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقعہ پر خوشی منانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ "بخاری" و"مسلم" میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: إنَّ أبابكر رضي الله عنه دخل عليها وعندها جاريتان في أيام منى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ. وفي رواية: تُغَنِّيَانِ

بما تَقَاوَلَتِ الأنصارُ يوم بُعَاث،والنبی ﷺ مُتَغَشٍّ بثوبه، فانتهرهما أبوبكر رضی اللہ عنہ ، فكشف النبی ﷺ عن وجهه، فقال:دَعْهُما ياأبابكر! فانهاأيام عيد.وفي رواية: ياأبابكر!ان لكل أمة عيدًا وهذا عيدنا.

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منیٰ کے ایام میں تشریف لائے ،جب کہ ان کے پاس انصار کی دو بچیاں بیٹھی ہوئی دف بجارہی تھیں،ایک روایت میں ہے کہ جنگ بعاث کے احوال پر مشتمل اشعار گارہی تھیں،اور نبی کریم ﷺ اپنے چہرہ پر کپڑا اڈالے ہوئے لیٹے تھے،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان بچیوں کوڈانٹنے لگے،تو نبی کریم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک کھولا اور فرمایا: اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو کہ یہ عید کے ایام ہیں،ایک روایت میں ہے: ابوبکر! (انہیں چھوڑ دو) کیونکہ ہر قوم کی عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔) (۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بچیوں کو جنگی احوال پر مشتمل اشعار کے پڑھنے اوردف بجانے کی اجازت دی اوراس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ ہماری عید یعنی خوشی کا موقعہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک عیدین میں خوشی منانا صحیح بلکہ مندوب ومطلوب ہے۔اس حدیث کے تحت علامہ طیبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وهذااعتذارمنه ﷺ بأن اظهارالسرورفي يوم العيدين شعار أهل الدين،وليس كسائرالأيام.

(۱) مشكوة المصابيح :۱۲۶

(آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی جانب سے یہ دراصل علت اور وجہ بیان کرنا ہے کہ عیدین کے موقعہ پر خوشی منانا اہل دین کا شعار ہے، اور یہ دن دیگر عام دنوں کی طرح نہیں ہے)(۱)

مسلم معاشرہ کی حالت زار

الحاصل عید کے موقعہ پر خوشی منانے کی اسلام میں بھی اجازت ورخصت ہے، بلکہ محبوب ومطلوب بھی ہے۔ مسلمان اسی فطری جذبہ کے تحت اس موقعہ پر اپنے رشتہ دار و اقرباء اور احباب و اعزہ کو یاد کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں عید سعید کی مبارکبادی کا عظیم تحفہ پیش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو عید سعید کی اپنی خوشیاں بانٹتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان تو اللہ تعالی کے اختیاری اور حقیقی بندے اور حضرت نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اداؤں کے شیدائی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے غلام ہیں، لہذا اس عبدیت و بندگی، محبت وعقیدت اور غلامی کا تقاضا ہے کہ مسلمان اپنے ہر مسئلہ میں قانون خداوندی اور منہاج نبوی سے استفادہ کر کے اس کے مطابق عمل پیرا ہوں، اور کسی بھی مسئلہ میں اس راہ سے گریز کر کے دیگر اہل مذاہب یا اہل تہذیب کے در پر دست سوال دراز نہ کریں اور نہ ہی شیطانی نرغہ میں آکر اپنے نفس کے تقاضوں کے تحت دین اسلام میں کوئی امر ایجاد اور اختراع کریں۔

مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگ اس موقع پر شریعت کے احکام کے اتباع کے بجائے بدعات، خرافات ورسومات کا اتباع کرتے ہیں اور اس مبارک ومسعود موقعہ پر جب کہ ہر ہر فرد کو خوش کیا جاتا ہے۔ اپنے پروردگار کو ناراض کرتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۳/ ۴۸۶

کوئی مروجہ مصافحہ ومعانقہ کرتا ہے،تو کوئی ہندوانہ طرز پر اپنے بڑوں کے سامنے جھک کران کے پیر چھوتا ہے،کوئی اخبارات وجرائد میں اپنی تصاویر پیش کرتا ہے تو کوئی چوراہوں اور بازاروں میں اپنی تصاویر کے بیانر و پوسٹر آویزاں کرتا ہے،اور کوئی اپنے من مانے الفاظ میں مبارکبادی دیتا ہے۔

اسلامی عید کا امتیاز

یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام چونکہ خدائی قانون ہے،اوراس کا مقصد آخرت ہے نہ کہ دنیا؛لہذا وہ فانی دنیا کی فانی خوشیوں کے بجائے اخروی خوشیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے،یہی وجہ ہے کہ دونوں عیدوں میں عام نمازوں کے علاوہ ایک مزید نماز ''نماز عید'' کا اضافہ کیا گیااوران عیدوں کے لئے ایسے ایام منتخب کئے گئے جن میں بندے عظیم عبادات و ریاضات سے فارغ ہوتے ہیں،یعنی رمضان المبارک میں مہینہ بھر عام عبادات کے علاوہ روزہ،تراویح،اعتکاف اورتلاوت کلام اللہ کی کثرت اورصدقۂ فطر کی ادائیگی کے بعد عید مشروع کی گئی ہےاور عیدالأضحیٰ اس وقت مقرر کی گئی جب کہ بندے عاشقانہ عبادت حج بیت اللہ سے فارغ ہوتے ہیں، جس میں بندہ اپنے آپ کوایک سچے عاشق کے باطنی جذبات کے ساتھ ساتھ اپنے ظاہرکوبھی عاشقانہ رنگ میں رنگ کر کہ نہ سلا ہوا لباس،نہ خوشبو،نہ تیل،نہ بالوں میں کنگھا وغیرہ الغرض پوری عبادت ہی عشق کے رنگ میں رنگی ہوئی،نیز قربانی کے بعد عیدالأضحیٰ مقرر ہوئی،جس میں مؤمن چھری جانور کی گردن پر نہیں؛ بلکہ اپنے جذبات پر پھیرتا ہے۔

اسلام نے اپنے متبعین کے لئے ان عظیم الشان عبادات کے بعد عیدین کومقرر

کر کے اس جانب متوجہ کیا ہے کہ ظاہری اور مادی خوشی کوئی شئی نہیں ہے کہ اس پر خوشی منائی جائے ؛ بلکہ خوشی منانے کی چیز تو باطنی اور روحانی ترقی ہے، کہ رمضان اور حج کے موقعہ پر عبادات سے بندوں نے روحانی، باطنی اور اخروی ترقی کی تو حکم خداوندی ہوا کہ اب خوشی مناؤ اور آپس میں اس عید کی خوشیاں بانٹو۔

مگر کیسے؟؟؟ کیا دیگر اقوام کی طرح ناچ گا کر، اچھے سے اچھا کھا اور پی کر، خوب سے خوب تر لباس اور پوشاک پہن کر اور انسانی اقدار سے بالاتر ہو کر درندوں کے ہم پلہ ہو کر بلکہ بسا اوقات اس سے آگے بڑھ کر اور خالق و مالک کے ساتھ بغاوت و سرکشی کر کے، خوشیاں منائی جائیں؟

نہیں نہیں، ہر گز نہیں، مذہب اسلام ایسے رسوم اور رواج، اعمال و افعال اور کردار و اطوار کی طرف بلانا تو کجا اس کی پر زور مخالفت اور ہمت شکنی کرتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ زمانۂ جاہلیت کی عیدوں میں یہی سب کچھ ہوتا تھا؟ مگر جب اسلام آیا تو اس نے ان سارے خرافات اور رواجات کو اوندھا کر دیا اور مسلمانوں کو عید کے ممتاز اور ایسے نرالے احکام دئے کہ جس سے انسانیت کا مقام بلند و بالا اور اس کی شرافت دوبالا ہو جائے۔

عید کی مبارکبادی کا مشروع طریقہ

چنانچہ مذہب اسلام نے ہمیں جہاں عید کے دیگر عظیم الشان اصول و فروع، کلیات و جزئیات سے آگاہ کیا ہے، وہیں مبارکبادی کے سلسلہ میں بھی ہمارے نبی ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عظیم اسوہ چھوڑا ہے، چنانچہ کتب حدیث اور کتب فقہ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدین کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ مندرجہ

ذیل الفاظ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے:

"تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکُمْ"

(اللہ تعالی ہمارے اور آپ کے اعمال قبول فرمائے)

اور حضرات فقہائے احناف نے اس دعا کو مستحب و مندوب بھی قرار دیا ہے، لہذا ہمیں چاہئے کہ اس مبارک موقع پر اس دعاء کا اہتمام کر کے عید کی حقیقی خوشیوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں پیش کریں۔

گرچہ یہ دعا مستحب ہے مگر اس کے باوجود ہم نے مسلمانوں کو جو اس دعا کے اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہ دراصل مبارکبادی کے دیگر کلمات، جملوں اور طریقوں کے مقابلہ میں ہے، کہ جب لوگوں میں غلط سلط اور نئی نئی چیزیں عید کی مبارکبادی کے نام سے رواج پارہی ہیں (جیسا کہ آگے اس کا بیان آرہا ہے) اور بعض لوگ شریعت اسلامیہ کے مزاج و مذاق کو پس پشت ڈال کر اور بدعت کی قباحت وشناعت کا اندازہ کئے بغیر ایسی بدعات کی حمایت اور طرف داری میں محاذ آرائی کرنے اور عوام کی اس سلسلہ میں پوری طرح موافقت بلکہ ان کی سرپرستی کرنے میں لگے ہیں، اور ان چیزوں کو محض تعصب اور فرقہ بندی کے تحت اسلام سے جوڑنے کی کوششیں کر رہے ہیں تو ایسے وقت میں علماء حق کا فریضہ اور ان کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو بدعات وخرافات سے بچائیں اور اس سلسلہ میں شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کو پیش کریں، اور ان بدعات کے بالمقابل اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ سے شرعی اور اسلامی طریقہ پیش کریں۔

نیز آج کل عوام الناس سے اگر اس بات کا مطالبہ کیا جائے کہ ان مروجہ محرمات اور بدعات کو ترک کردیں تو وہ بہ آسانی تیار نہیں ہوتے، جب کہ ان کو اختیار کرنا

شریعت کی نظر میں سخت خطرناکی کا باعث ہے، لہذا ایسے موقعہ پر حضرت محمد عربی ﷺ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین اور دیگر علماء وفقہاء رحمہم اللہ کا اسوہ اور طریقہ اور ان کے اقوال وافعال اور عبارات وتصریحات کی روشنی میں ہم مذکورہ دعاء **"تقبل الله مناومنكم"** کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے مطالبہ کرسکتے ہیں کہ اس دعا کو جو کہ منقول وماثور ہے، اختیار کریں اور دیگر رسومات و رواجات سے گریز کریں۔ اس دعا پر عید سعید کے موقعہ پر اللہ تعالی کی جانب سے برکات وانوار اور اعمال کی قبولیت تو ہوگی ہی، اتباع سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ثواب بھی مرتب ہوگا۔ ان شاء اللہ

اس دعاء کے معنی اور مفہوم

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دعاء کے معنی، مطلب ومفہوم کی وضاحت بھی کردی جائے؛ تاکہ مبارکبادی دیتے ہوئے مسلمان اس سے محظوظ ہوں اور لطف پاسکیں اور یہ بھی جان لیں کہ جو الفاظ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے ثابت ہوں ان میں کیسی جامعیت، معنویت اور ہمہ گیری ودور رسی ہوتی ہے، جس کے سامنے ہمارے اپنے ایجاد کردہ واختیار کردہ طریقے اور الفاظ ہیچ ہوتے ہیں۔

"تقبل الله منا ومنكم" کے معنی ہیں: "اللہ ہمارے اور تمہارے اعمال قبول فرمائے۔" دعاء میں قبولیت کس چیز کی ہو اس کا ذکر نہیں ہے، لہذا اس کو عام رکھنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی ہمارے اور تمہارے اعمال صالحہ کو قبول فرمائے۔ اور اسی عموم میں عید الفطر کے موقعہ پر رمضان کے روزے، تراویح، صدقۂ فطر اور دیگر اعمال نیز عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حج، قربانی وغیرہ

اعمال داخل ہوجائیں گے۔تو پہلی بات یہ ہے کہ اس میں تمام اعمال خیر داخل ہوجائیں گے۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ یہ ایک جامع دعا ہے جو ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو عید کے مبارک موقعہ پر دیتا ہے جب کہ اللہ تعالی کی خاص رحمتوں، برکتوں اور خصوصی عنایات کا نزول ہوتا ہے؛ لہذا اس موقعہ پر دعاؤں کی قبولیت کے زیادہ آثار ہوتے ہیں۔

تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اسلاف کے اختیار کردہ ہیں؛ لہذا ان میں خاص برکت ہوتی ہے اگر ہم اپنی جانب سے دوسرے الفاظ عید مبارک وغیرہ بھی کہیں تو جائز ہے مگر ان الفاظ کی برکت ان میں نہیں ہوسکتی، جیسے کہ ایک آدمی دعا اپنے الفاظ میں کرے تو ٹھیک ہے مگر اس میں کس مسلمان کا اختلاف ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں جو برکت، تاثیر اور جامعیت ہوتی ہے، وہ دوسری دعاؤں میں نہیں آسکتی۔

ہمارے حضرت مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب ''جواہر شریعت'' میں لکھتے ہیں:

> ''معلوم ہوا کہ عیدین کے موقعہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف آپس میں اس طرح ایک دوسرے کو دعا دیتے تھے لہذا ہمیں اسی کو اختیار کرنا چاہئے یہی بڑی مبارکبادی ہے اور اگر کوئی عید مبارک کہتا ہے تو اسکا حاصل بھی یہی ہے لیکن اسلاف کے الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے۔''(۱)

(۱) جواہر شریعت:۳/۵۱۴

لہذا عید کی مبارکبادی کے لئے اس کا استعمال آپس میں خوب سے خوب کرنا چاہئے، تاکہ اس مبارک موقعہ پر زیادہ سے زیادہ مسلمان بھائیوں کے لئے دعا دی جاسکے اور ان سے اپنے حق میں بھی دعا لی جاسکے۔ نہیں معلوم کہ کس کی دعا کی برکت سے ہمارے اعمال قبول ہوجائیں اور ہماری عید حقیقی عید بن جائے۔ اس لئے کہ ایک مسلمان کی عید یہی تو ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اس کے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو قبولیت کا شرف بخش دیں اور اگر اعمال ہی قبول نہ ہوں تو پھر ہزاروں عیدوں کے پانے سے بھی کیا حاصل ہے؟۔

الغرض یہ دعا بڑی ہی جامع ہے اور بڑے ہی عظیم وقت میں مشروع ہے، اس لئے اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اور دیگر غلط اور غیر اسلامی طریقے جو مسلمانوں میں رائج ہیں انہیں ترک کردینا چاہئے۔

ایک اہم فائدہ

یہاں پر اس نکتہ پر ذرا غور کریں کہ اسلام میں ہمیں اس دعا کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ عید کی اصل مبارکبادی تو یہ ہے کہ تمہارے معمولی اور ٹوٹے پھوٹے اعمال اللہ تعالی شانہ اپنی بے پایاں رحمت سے قبول فرمالیں۔ لہذا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو عید کے موقعہ پر یہ دعا دے کہ اس کے اعمال قبول ہوجائیں یہی دراصل اس کی عید ہے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے ملفوظات ومواعظ کا مجموعہ "نہج البلاغہ" میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے:

انما العید لمن قبل صیامه وشکر قیامه وکل یوم لا یعصی الله فیه فهو عید.

(عید تو اس کی ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالی نے قبول فرمالیا ہو اور اس کی نماز کو منظور کرلیا ہو اور ہر وہ دن جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے وہ دن عید کا دن ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کر کے ہمارے حضرت فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ جس نے روزوں کا حق ادا کر کے ان کو اس قابل بنادیا کہ وہ خدا کی نظر میں مقبول ہوں اور نمازوں کے حقوق کی رعایت کر کے ان کو ایسا بنادیا کہ خداوند تعالی کے یہاں شرف قبولیت سے نوازے جائیں تو عید کا دن اس کے لئے حقیقی مسرت کا دن ہوگا، اسی طرح بندہ خدا کی معصیت و نافرمانی کر کے خدا کو ناراض نہ کرے تو ہر ایسا دن اس کے لئے عید ہے جس میں خدا اس سے راضی ہے ورنہ خدا کو ناراض کر کے اس کو کیا خوشی حاصل ہوسکتی ہے؟۔''(۱)

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت رحمہم اللہ نے عید کے موقعہ پر مبارکبادی کے لئے اس دعا کو اختیار فرما کر امت کو یہ درس دیا ہے کہ اصل عید اور اس کی خوشی یہی ہے کہ ہمارے اعمال مقبول ہو جائیں۔

ایک ضروری تنبیہ

ہم نے احادیث و آثار کی روشنی میں حضرات فقہاء احناف کا مسلک پیش کیا کہ یہ دعا مستحب اور مندوب ہے، لہذا اسے اختیار کرنا چاہئے۔ مگر یہ بات یہاں قابل

---

(۱) جواہر شریعت:۱/۵۹

ذکر اور لائق توجہ ہے کہ اس کو استحباب کی حد تک ہی رکھا جائے، اسی پر اصرار اور لزوم اختیار کر کے فرض یا واجب کا درجہ نہ دیدیا جائے؛ کیونکہ کسی جائز اور مستحب امر دینی کو اس قدر لازم قرار دے دینا کہ اس کو ترک نہ کیا جائے یا ترک پر ملامت کی جائے شریعت کی نظر میں اس امر کو مباحات اور مستحبات کی فہرست سے نکال کر بدعات ومحدثات کی فہرست میں لا رکھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کے بعد دائیں جانب ہی پھرنے کو شیطانی عمل قرار دیا ہے حالانکہ اس کا مستحب ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے اس امر مستحب پر اصرار کو شیطانی عمل قرار دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال: لایجعل احدکم للشیطان شیئامن صلاته یری ان حقا علیه ان لاینصرف الاعن یمینه لقدرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم کثیرا ینصرف عن یساره.

(تم میں کوئی شخص اپنی نماز میں سے شیطان کے لئے حصہ نہ بنائے وہ اس طرح کہ اپنے ذمہ یہ لازم کر لے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرتا ہے؛ کیونکہ بیشک میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے)(۱)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال الطیبی وفیه: أن من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة و قد اصاب منه شیطان من

(۱) مشکوۃ: ۸۷ الدعاء فی التشهد

الاضلال فکیف من اصر علی بدعة ومنکر.

(امام طیبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص نے کسی مستحب امر پر اصرار کیا اور اس پر جما رہا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو بلا شبہ شیطان نے اس کو بہکایا، سو کیسا ہوگا وہ شخص جو بدعت یا برائی پر اصرار کرتا ہے؟)(۱)

لہٰذا اس دعا کو کوئی لازم اور ضروری قرار نہ دیدے، جیسا کہ آج کل لوگوں کا مزاج ومذاق ہوگیا ہے کہ کئی مستحبات ومندوبات بلکہ مباح امور کو عملاً واعتقاداً ضروری قرار دے کر ان کو بدعات ومحدثات کی فہرست میں لا رکھا ہے۔

اور ہم نے اسی دعا کے اختیار کرنے پر جو زور دیا ہے، وہ دراصل ان بدعات ومحدثات کے مقابلہ میں ہے جو مبارکبادی کی مناسبت سے امت مسلمہ میں رائج ہوتی جارہی ہیں، جب کہ ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اس میں کس کو اختلاف ہے کہ ان بدعات کے بالمقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول وماثور دعا - جب کہ حضرات فقہائے احناف رحمہم اللہ نے اسے مستحب بھی قرار دیا ہے - کو اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ لہٰذا اس کو اسی حد تک سمجھنا چاہئے، نہ کہ ایک امر مستحب پر اصرار۔ فافہم ولا تغفل

☆☆☆

---

(۱) مرقاة المفاتیح: ۳/ ۲۶

احادیث اور آثارِ صحابہ وتابعین

اب ہم یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں قول وعمل، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کا عمل پیش کرتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل

(۱) امام بیہقی رحمۃ اللہ نے "السنن الکبری" میں مندرجہ ذیل حدیث مرفوع روایت کی ہے:

عن خالدبن معدان قال: لقیت واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ فی یوم عید فقلت: تقبل الله مناومنک فقال: نعم "تقبل الله مناومنک" قال واثلة رضی اللہ عنہ: لقیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید، فقلت: "تقبل الله مناومنک" فقال: نعم "تقبل الله مناومنک".

(خالد بن معدان رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت واثلہ سے عید کے دن ملا، (اور عید کی مبارک باد دیتے ہوئے) کہا "تقبل الله مناومنک" تو آپ نے فرمایا جی ہاں "تقبل الله منا و منک". حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے (عید کی مبارک باد دیتے ہوئے

کہ)"تقبل الله منا ومنک" تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (یعنی ایسا ہی ہو)"تقبل الله مناو منک"۔)(۱)

۞(۲) مذکورہ بالا روایت کو چند راویوں کے اختلاف کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ ہی نے روایت کیا ہے:

قال واثلة ﷺ :لقیت رسول الله ﷺ یوم عید فقلت: "تقبل الله مناو منک" قال :نعم" تقبل الله مناو منک"۔

(حضرت واثلہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی کریم ﷺ سے ملا تو میں نے عید کی مبارک باد دیتے ہوئے کہا"تقبل الله منا و منک " تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، پھر آپ نے بھی وہی الفاظ دہرائے۔)(۲)

مذکورہ دونوں احادیث کی سند میں ایک راوی محمد بن ابراہیم شامی ہے جس کی تضعیف کی گئی ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوسعید مالینی رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی کہ: ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ: یہ منکر ہے، میں نہیں جانتا کہ اس حدیث کو محمد بن ابراہیم کے علاوہ بقیہ سے کوئی روایت کرتا ہو۔امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بقیہ سے دوسری سند سے بھی موقوفاً میں نے دیکھی ہے، مگر میں اسے بھی محفوظ نہیں سمجھتا، یعنی وہ بھی ضعیف ہے۔

اخبرناابوسعیدالمالینی قال :قال ابواحمدبن عدی

---

(۱) السنن الکبریٰ:رقم الحدیث:۶۵۱۹

(۲) السنن الکبریٰ: رقم الحدیث:۶۵۲۰

الحافظ: هذا منكرٌ،لااعلم يرويه عن بقيةغيرمحمدبن ابراهيم هذا.قال الشيخ رحمه الله:قدرأيته باسناد آخرعن بقية موقوفا غيرمرفوع،ولااراه محفوظاً.(۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بھی اس راوی کی تضعیف کی ہے:

وفی اسناده محمدبن ابراهيم الشامی وهو ضعيف وقدتفردبه مرفوعاً،وخولف فيه.

(اوراس کی اسناد میں محمد بن ابراہیم شامی ہے، جوضعیف ہے، اس کومرفوعاً روایت کرنے میں وہ منفرد ہے،اوراس کی مخالفت کی گئی ہے۔)(۲)

مذکورہ دونوں مرفوع روایات گرچہ سنداً ضعیف ہیں جیسا کہ ہم نے نقل کیا، مگر اس سلسلہ میں متعدد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اوران کے فتاوی صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں، ایسے ہی حضرات تابعین رحمہم اللہ کا عمل اوران کے فتاوی بھی ثابت ہیں، نیز فقہاء نے بھی اس کے مطابق فتوی دیا ہے، لہٰذا ان روایات سے مذکورہ مرفوع حدیث کی تائید ہوتی ہے اوراس طرح اس کاضعف ختم ہوجائے گا؛اس لئے کہ محدثین کا یہ اصول ہے کہ جس حدیث ضعیف کے موافق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اورائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا عمل اورفتوی ہواورامت میں اس عمل کوتلقی بالقبول حاصل ہوجائے تواس کاضعف ختم ہوجاتا ہے۔

---

(۱) السنن الكبرىٰ: رقم الحديث:٦٥٢٠

(۲) فتح الباری: ۲/۵۴۹

حضرات صحابہ کرامؓ کا معمول

(۱)"الجوهرالنقی فی الردعلی البیهقی" میں مشہور حنفی محدث علامہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ نے مذکورہ بالا دومرفوع روایات (جن کو امام بیہقی رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے) کے تحت کہتے ہیں کہ اس باب میں ایک حدیث جید موجود ہے جسے بیہقی نے ترک کردیا ہے پھر ایک روایت نقل کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

فی هذاالباب حديث جيدأغفله البيهقي وهوحديث محمد بن زيادقال: كنت مع ابي امامة الباهلي رضي الله عنه وغيره من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فكانوا اذارجعوا يقول بعضهم لبعض "تقبل الله مناومنك". قال احمد ابن حنبلؒ اسناده اسنادجيد.

(آپ نے فرمایا کہ اس باب میں ایک جید حدیث ہے جو علامہ بیہقی سے رہ گئی ہے، وہ محمد ابن زیاد کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کے ساتھ تھا (ان حضرات کا معمول یہ تھا کہ) جب وہ عیدگاہ سے لوٹتے تو آپس میں ایک دوسرے کو "تقبل الله مناومنكم" کہا کرتے تھے۔)(۱)

اس حدیث کو علامہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ نے حدیث جید قرار دیا ہے، اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے، یعنی اس سے حجت پکڑی جاسکتی ہے۔

---

(۱) الجوهر النقي : ۳/۳۱۹،حاشية السنن الكبرى: ۳/ ۳۴۶، اعلاء السنن باب جواز التهنئة بالعيد :۸/۱۲۰

نوٹ: ہم نے اس حدیث کے الفاظ **"اذا رجعوا"** کا ترجمہ عیدگاہ سے لوٹنا کیا ہے؛ اس لئے کہ یہ عید ہی سے متعلق ہے، چنانچہ حضرات محدثین نے اس کو عید ہی کے بیان میں ذکر کیا ہے جیسا کہ خود علامہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ نے **" الجوهر النقي"** میں اس حدیث کو عید ہی کے بیان میں ذکر کیا ہے، نیز علامہ ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ نے بھی **"اعلاء السنن "** میں عید ہی کے بیان میں ذکر فرمایا ہے۔ **فافهم**

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ **" وصول الاماني"** میں اس حدیث کو علامہ زاہر ابن طاہر رحمۃ اللہ کی کتاب کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أخرج الزاهربسندحسن عن محمدبن زياد الألهاني ، قال:رأيت أبا أمامة الباهلي يقول في العيد لأصحابه : "تقبل الله مناومنكم".(۱)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے **"فتح الباري"** میں مذکورہ بالا دو مرفوع روایات ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ: امام بیہقی غالباً ان احادیث کو ذکر کر کے شاید یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس باب میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے: **وكانه ارادأنه لم يصح فيه شيء.** پھر محاملیات کے حوالہ سے حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث حسن نقل کی ہے:

وروينافي المحامليات باسنادحسن عن جبيربن نفير رضي الله عنه قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا التقوايوم العيديقول بعضهم لبعض "تقبل الله منا ومنك."

---

(۱) وصول الأماني: ۵، اعلاء السنن: ۸/۱۲۰ باب جواز التهنئة بالعيد

(محاملیات میں باسناد حسن حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: صحابہ رضی اللہ عنہم جب عید کے دن آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو یوں کہتے "تقبل الله مناو منک".)(۱)

اس حدیث کو علامہ ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ نے "تمام المنة" میں صحیح قرار دیا ہے۔

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے وصول الأمانی اس حدیث کو علامہ زاہر ابن طاہر رحمۃ اللہ کی "تحفة عیدالفطر" سے نقل کیا ہے۔(۲)

(۳) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے "وصول الأمانی" اور علامہ ناصر الدین الالبانی نے ابوالقاسم الاصبہانی رحمۃ اللہ کی "الترغیب والترهیب" کے حوالہ سے "تمام المنة" میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن صفوان بن عمرو السكسكي قال: سمعت عبدالله بن بسر و عبدالرحمن العائذ وجبير بن نفير و خالد بن معدان يقال لهم في ايام الأعياد: "تقبل الله مناو منكم"، ويقولون ذالک لغيرهم.

(صفوان بن عمرو سکسکی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان صحابہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عائذ رضی اللہ عنہ، حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ عیدوں کے موقعہ پر انہیں "تقبل الله مناو منکم" کہا جاتا تھا اور وہ

---

(۱) فتح الباری: ۵۴۹/۲، اعلاء السنن: ۱۱۹/۸

(۲) وصول الامانی: ۵

حضرات بھی دوسروں کو یہی کہتے تھے۔)(۱)

اس حدیث کو علامہ ناصر الدین الالبانی نے "تمام المنة" میں صحیح قرار دیا ہے۔

نوٹ: مذکورہ تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں عیدین کے موقعہ پر الفاظ سے مبارکباد دینے کا عام معمول ورواج تھا۔

(۴) امام طبرانی رحمۃ اللہ نے "المعجم الکبیر" میں یہ اثر روایت کیا ہے:

عن حبيب بن عمر الانصاري رحمة الله قال حدثني ابي قال: لقيت واثلة رضي الله عنه يوم عيد فقلت: "تقبل الله منا ومنك" فقال: "تقبل الله منا ومنك".

(حبیب انصاری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ عید کے روز میری حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی تو میں نے کہا "تقبل الله منا ومنك" تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے بھی "تقبل الله منا ومنك" کہا۔)(۲)

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے معجم کبیر اور علامہ زاہر ابن طاہر رحمۃ اللہ کی "تحفة عيد الأضحى" کے حوالہ سے یہ روایت "وصول الأماني: ۵" میں نقل کی ہے۔

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ "مجمع الزوائد" میں اس حدیث کے راوی حبیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

---

(۱) تمام المنة: ۱/ ۳۴۷، وصول الأماني: ۵

(۲) المعجم الكبير للطبراني: رقم الحديث: ۲۳ ۱

وحبیب قال الذهبی :مجهول وقدذکره ابن حبان فی الثقات و ابوه لم اعرفه.

(اس اثر کے راوی حبیب کے بارے میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ نے کہا کہ وہ مجہول ہے اور علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اوران کے باپ کو جن کا یہ اثر ہے میں نہیں جانتا۔)(۱)

۞ (۵) امام طبرانی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "الدعاء" میں "باب الدعاء فی العیدین" قائم کر کے درج ذیل تین آثار اپنی سند سے روایت کئے ہیں، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بیان کیا ہے:

عن راشدبن سعدان امامة الباهلی رضی اللہ عنہ وواثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ لقیاه فی یوم عیدفقالا:"تقبل الله مناومنک".

(راشد بن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی عید کے دن ان سے ملاقات ہوگئی تو ان حضرات نے ان سے کہا"تقبل الله منا و منک"۔)(۲)

حضرات تابعین رحمہم اللہ کا معمول

۞ (۱) امام بیہقی رحمۃ اللہ نے "السنن الکبریٰ" میں "کتاب صلاۃ العیدین" کے تحت ایک باب "باب ما روی فی قول الناس یوم العیدبعضهم لبعض تقبل الله مناومنک" کے نام سے باندھ کر اس

(۱) مجمع الزوائد: ۲/۴۴۲رقم الحدیث: ۳۲۵۵باب التهنیة بالعید

(۲) الدعاللطبرانی:رقم الحدیث: ۸۵۴

میں ایک جلیل القدر تابعی اور خلیفۂ راشد حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ نکے غلام ادہم سے نقل کیا ہے، اور بیہقی رحمۃ اللہ نے ہی" شعب الایمان" میں بھی اس کو نقل کیا ہے:

عن ادهم مولىٰ عمربن عبد العزيزقال: كنا نقول: لعمربن عبد العزيزفي العيدين "تقبل الله مناومنك ياامير المؤمنين"،فيرد علينا و لا ينكرذلك علينا.

(ادہم جو امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے آزادکردہ غلام تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ ان کو عیدین کے موقعہ پر"تقبل الله مناومنك ياامير المؤمنين" کہتے تھے اورآپ یہی جملہ ہم کو جواب میں کہتے اور اس پر نکیر نہ کرتے تھے۔)(۱)

اس روایت پر علامہ بیہقی رحمۃ اللہ نے کچھ کلام نہیں کیا ہے اور نہ علامہ ابن الترکمانی رحمۃ اللہ نے۔

(۲) امام طبرانی رحمۃ اللہ نے یونس بن عبید رحمۃ اللہ کا یہ عمل نقل کیا ہے:

عن شعبة قال: لقيني يونس بن عبيدفي يوم عيدفقال: "تقبل الله مناومنك".

(شعبہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ عید کے دن یونس بن عبید رحمۃ اللہ مجھ سے ملے اور کہا"تقبل الله مناومنك.")(۲)

(۱) السنن الكبرى: ۶۲۹۴،شعب الايمان: ۳۴۵/۳

(۲) الدعاللطبراني:رقم الحديث: ۸۵۵

(۳) امام طبرانی رحمۃ اللہ نے حوشب رحمۃ اللہ اور حسن رحمۃ اللہ دونوں حضرات کا یہ عمل روایت کیا ہے:

عن حوشب بن عقیل قال:لقیت الحسن فی یوم عید فقلت: "تقبل اللہ مناومنک" فقال:نعم"تقبل اللہ مناومنک".

(حوشب بن عقیل رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ عید کے دن میں حضرت حسن سے ملا اور کہا "تقبل اللہ مناومنک" تو آپ نے کہا: جی ہاں "تقبل اللہ مناو منک")(۱)

ایک روایت جس میں اس کی کراہت مروی ہے

یہاں ایک مرفوع حدیث کا بھی تذکرہ کردیناضروری ہے، جوحضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں عید کے موقعہ پر اس دعا کی کراہت کا ذکر ہے۔ وہ یہ ہے:

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال:سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول الناس فی العیدین "تقبل اللہ مناومنکم" قال: ذالک فعل اھل الکتابین، کرھه.

(حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے عید میں "تقبل اللہ مناومنکم" کہنے سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا

(۱) الدعاء للطبرانی:رقم الحدیث :۸۵۶

کہ یہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کا طریقہ ہے، آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔)(۱)

مگراس کی سند میں ایک راوی عبدالخالق بن زید ہے جس پر متعدد ائمہ جرح و تعدیل نے بڑی جرح کی ہے اور اس کی وجہ سے اس روایت کو حد درجہ ضعیف قرار دیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اس حدیث میں ایک راوی ہے عبدالخالق بن زید جس کے بارے میں امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

ان کے الفاظ ہیں: **عبدالخالق بن زید منکر الحدیث قاله البخاری.**

ایسے ہی اوہم کی روایت جو پیچھے گذری اس میں انہوں نے اپنا عمل بتایا کہ ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کو عید کے دن ان الفاظ سے مبارک باد دیتے تھے تو وہ بھی وہی الفاظ دہراتے اور اس پر کوئی نکیر نہ کرتے۔

اس حدیث کے بعد غالبًا اسی حدیث کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام بیہقی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وقد روی حدیث مرفوع فی کراهیة ذالک، ولا یصح .

(اور اس کی کراہت میں ایک حدیث مرفوع ہے جو صحیح نہیں ہے)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے "فتح الباری" میں اس حدیث کو ذکر کر کے کہا کہ:

وفی اسناده ضعف ایضاً. (کہ اس کی سند میں ضعف بھی ہے)(۲)

---

(۱) السنن الکبریٰ: ۳/۴۴۶رقم الحدیث: ۶۲۹۷، فتح الباری: ۵۴۹/۲، جامع الاحادیث للسیوطیؒ: رقم الحدیث: ۳۸۱۸۶

(۲) فتح الباری: ۵۴۹/۲

امام سیوطی رحمۃ اللہ اپنے رسالہ "وصول الأمانی بأصول التھانی" میں اس راوی سے متعلق لکھتے ہیں:

وفی اسناده عبدالخالق بن زیدبن واقدالدمشقی قال فیه البخاری :منکرالحدیث وقال ابوحاتم:ضعیف.وقال الدارقطنی:متروک وقال ابونعیم: لاشئ.

(اس کی اسناد میں عبدالخالق بن زید بن واقد دمشقی ہے جس کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے، ابوحارم نے کہا کہ یہ ضعیف ہے، دارقطنی نے متروک اورابونعیم نے لاشئ یعنی کچھ نہیں فرمایا ہے۔)(۱)

لہذا یہ روایت حددرجہ ضعیف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے اس کے خلاف یعنی اس کے ذریعہ سے مبارک بادی دینا ثابت ہے جیسا کہ اوپر گذرا؛لہذا یہ روایت کسی بھی درجہ میں قابل اعتناء نظر نہیں آتی۔

خلاصۂ کلام

مندرجہ بالا احادیث، آثار صحابہ وتابعین میں سے بعض صحیح وحسن درجہ کے ہیں اور بعض ضعیف ہیں یہ تمام روایات آپس میں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، لہذا ان کے قابل احتجاج ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے اور حضرات محدثین وفقہاء نے ان سے احتجاج کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "الصحیح" میں یہ باب قائم فرمایا ہے "باب سنة العیدین لاھل الاسلام" بعض

(۱) وصول الأمانی بأصول التھانی: ۵

شاگردوں نے اس باب کے شروع میں "الدعاء فی العید" بھی نقل کیا ہے، اسی باب کے تحت ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات لکھی ہے جو اوپر گذریں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ میں "باب ماروی فی قول الناس یوم العید بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنک" امام طبرانی رحمہ اللہ نے "کتاب الدعا" میں "الدعاء فی العیدین" اور امام ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں "باب التهنية بالعيد" عنوانات وتراجم قائم کئے ہیں، حضرات محدثین کے اس عمل سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ حضرات ان احادیث سے عیدین میں ان الفاظ سے مبارک باد دینے پر استدلال کر رہے ہیں؛ اس لئے کہ محدثین جو تراجم یا عنوان باندھتے ہیں اس سے مسئلہ کا استنباط واستخراج ہی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے عید کے موقعہ پر مبارکبادی کے استحباب پر علامہ بیہقی رحمہ اللہ کے "السنن" میں ترجمہ قائم کرنے ہی سے استدلال کیا ہے۔

البتہ ایک روایت جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ان کی مخالف ہے مگر حضرات محدثین رحمہم اللہ کی وضاحت کے مطابق وہ حد درجہ ضعیف ہے جس سے احتجاج درست نہیں ہے، اور خصوصاً اس مسئلہ میں تو اس کے خلاف متعدد روایات مروی ہیں۔ اور ان ساری روایات سے یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کے دور میں اس کا تعامل رہا ہے۔ ایسے ہی ثقات ابن حبان میں امام مالک رحمہ اللہ کا درج ذیل قول موجود ہے جس میں انہوں نے اہل مدینہ کا عمل بیان فرمایا ہے:

عن علي بن ثابت قال سألت مالک بن انس عن قول

الناس یوم العید "تقبل اللہ مناومنک" فقال:مازال ذالک الامر عندنا،مانریٰ بہ باساً.

(علی بن ثابت رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ سے عید کے دن لوگوں کے قول "تقبل اللہ مناومنک" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں اب تک یہی معمول ہے ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔)(۱)

☆☆☆

(۱) ثقات ابن حبان: ۳۹/۸

تصریحات فقہاءعظام

مالکیہ،شوافع اورحنابلہ کی فقہی کتابوں میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے۔ان مسالک کے اکثر وبیشتر علماء رحمہم اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اوران میں سے بعض نے اس کو اختیار کیا ہے کہ ہم پہل نہیں کریں گے اوراگر کوئی پہل کرے تو اس کو جواب میں یہ الفاظ کہیں گے،صرف امام اوزاعی رحمۃ اللہ سے بدعت ہونے کا قول ملتا ہے اورشافعیہ میں سے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ اس کے استحباب کے قائل نظر آتے ہیں۔

اورعلماءاحناف نے مندرجہ بالا قابل احتجاج روایات کی وجہ سے ان الفاظ سے عیدین میں مبارک باد دینے کو مستحب قرار دیا ہے۔اورعلماءاحناف میں سے کسی نے اس کو مکروہ نہیں کہا ہے۔

چنانچہ ’’شامی‘‘ میں ’’قنیہ‘‘ کے حوالہ سے لکھا ہے:

انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة.

(کہ ہمارے علماء میں سے کسی سے کراہت منقول نہیں ہے۔)(۱)

ہم آگے علماء احناف رحمہم اللہ کی عبارات بھی پیش کریں گے جن میں انہوں نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔ہم یہاں اولاً مالکیہ،حنابلہ اورشوافع کی

---

(۱) در المختار مع الشامی کراچی: ۱۶۹/۲

کتابوں سے بخوف طوالت صرف ایک ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، پھر علماء احناف رحمہم اللہ کی کتابوں سے عبارات نقل کریں گے۔

مالکیہ کا مسلک

❂ مالکیہ کی کتاب ''الدر الثمین و المورد المعین'' میں ہے:

سئل مالک رضی الله عنه عن قول الرجل لاخیه یوم العید"تقبل الله مناومنک وغفرلناولک"فقال لااعرفه ولاانکره قال ابن حبیب لم یعرفه سنة ولاینکره علیٰ من قاله لانه قول حسن قال ابن حبیب ورأیت اصحابه لایبتدؤن ولاینکرونه علیٰ من قاله ویردون علیهم مثله ولابأس عندی بالبداء ة به.

(امام مالک رحمہ اللہ سے عید کے دن ''تقبل الله مناومنک وغفرلنا و لک'' کہنے کے بارے میں پوچھا گیا توانہوں نے فرمایا کہ میں اسے نہیں جانتا ہوں اور نہ اس پر نکیر کرتا ہوں۔ابن حبیب (آگے تشریح کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ: امام مالک رحمہ اللہ اسے سنت ہونے کی حیثیت سے نہیں جانتے اور جو اسے کہے اس پر نکیر بھی نہیں کرتے؛ اس لئے کہ یہ قول حسن ہے۔ابن حبیب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام مالک کے اصحاب کو دیکھا کہ اس کی ابتداء نہیں کرتے تھے اور جو اسے کہے اس پر نکیر بھی نہیں کرتے تھے ، بلکہ ان کو انہیں الفاظ سے جواب دیتے تھے اور میرے نزدیک اس کی

ابتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)(۱)

حنابلہ کا مسلک

۞ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ اپنے فتاوی میں ایک سوال کے جواب رقمطراز ہیں:

أماالتهنية يوم العيد بقول بعضهم لبعض اذالقيه بعد صلاة العيد: "تقبل الله منا ومنكم،وأحاله الله عليک"،ونحو ذلک.فهذا قد روى عن طائفة من الصحابة أنهم كانوا يفعلونه ورخص فيه الأئمة،كأحمد وغيره.

لكن قال أحمد:أنالاأبتدئ أحدا،فان ابتدأني أجبته ،وذلک لأن جواب التحية واجب،وأماالابتداء بالتهنية فليس بسنة مأمورابها ولا هوأيضا ممانهي عنه ،فمن فعله فله قدوة ،ومن تركه فله قدوة.والله أعلم.

(رہا عید کے دن ایک دوسرے کو نماز عید کے بعد "تقبل الله منا ومنكم ،أحاله الله عليک" وغیرہ سے مبارکبادی دینا ،تو یہ عمل صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ یہ عمل کیا کرتے تھے ،اور ائمہ نے اس کی رخصت دی ہے جیسے امام احمد وغیرہ نے۔

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ نے کہا کہ میں کسی کو اس کی ابتداء نہیں کرتا

(۱) الدرالثمين والمورد المعين :۱/۴۷۱ و اللفظ له، مواهب الجليل: ۲/۵۸۳، الفواكه الدواني: ۲/۶۵۲

اور اگر کوئی ابتداء کرے تو میں یہی کہوں گا، اس لئے کہ تحیہ کا جواب واجب ہے اور رہا مبارکبادی کی ابتداء کرنا، سو یہ کوئی مامور بھی سنت نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ممنوع عمل ہے۔ پس جو آدمی یہ عمل کرے اس کے لئے بھی نمونہ ہے اور جو ترک کردے اس کے لئے بھی نمونہ ہے۔)(۱)

شوافع کا مسلک

۞ شوافع کی کتاب " تحفة المحتاج" میں ہے:

خاتمة: قال القمونی لم أر كلاما من أصحابنا فی التهنية بالعيد و الأعوام والأشهر كمايفعله الناس لكن نقل الحافظ المنذری عن المقدسی أنه أجاب عن ذلک بأن الناس لم يزالوامختلفين فيه و الذی أراه مباح لاسنة ولابدعة وأجاب الشهاب ابن حجر بعد اطلاعه على ذلک بأنهامشروعة واحتج له بأن البيهقی عقد بابا فقال: "باب ماروی فی الناس بعضهم بعضا تقبل الله منا ومنک" و ساق ماذكره من أخبار وآثارضعيفة لكن مجموعها يحتج به فی مثل ذلک ثم قال ويحتج لعموم التهنية لما حدث من نعمة أويندفع من نقمة بمشروعة الشكر والتعزية وبمافی الصحيحين عن كعب بن مالک فی قصة توبته.

---

(۱) فتاوی ابن تیمیه: ۲۴/ ۲۵۳، واللفظ له، مزید دیکھئے: الشرح الكبير لابن قدامة: ۲/ ۲۵۹، المغنی فی فقه الامام أحمد بن حنبل: ۲/ ۲۵۰)

(خاتمہ: علامہ قمونی رحمۃ اللہ نے کہا کہ عید، سالوں اور مہینوں کی مبارکباد دینے کے سلسلہ میں جیسا کہ لوگ کرتے ہیں، میں نے ہمارے اصحاب میں سے کسی کا کلام نہیں دیکھا مگر حافظ منذری نے مقدسی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ لوگ اس سلسلہ میں ہمیشہ مختلف رہے ہیں اور میں اس کو صرف مباح سمجھتا ہوں ،نہ سنت سمجھتا ہوں، نہ بدعت اور ابن حجر رحمۃ اللہ نے اس کو دیکھنے کے بعد اس کا یہ جواب دیا کہ یہ مشروع ہے اور اس پر امام بیہقی رحمۃ اللہ کے ایک باب "**باب ماروی فی الناس بعضھم بعضا تقبل اللہ منا ومنک**" باندھنے سے احتجاج کیا ہے۔ پھر انہوں نے جو احادیث و آثار ذکر کئے ہیں وہ لائے ہیں جو ضعیف ہیں، مگر ان احادیث کا مجموعہ اس جیسے امور میں قابل احتجاج ہے۔ پھر فرمایا کہ کسی نعمت کے حصول اور کسی مصیبت دور ہونے پر شکر و تعزیت کی مشروعیت اور صحیحین میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے توبہ کا جو قصہ مروی ہے اس سے بھی عموم تہنیہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔)(۱)

مسلک احناف

فقہاء احناف رحمھم اللہ نے ان الفاظ سے مبارکباد دینے کو مستحب قرار دیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس دعاء کو عید کے مستحبات میں ذکر فرمایا ہے۔ہم یہاں چند کتابوں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں:

---

(۱) تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج: ۲۰۳/۱۰،حواشی الشروانی والعبادی : ۵۶/۳)

۞ فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ”در المختار مع الشامی “میں عید کے مستحبات میں ہے:

والتهنية بتقبل الله مناومنكم لاتنكر(قوله لاتنكر)خبر قوله و التهنية وانما قال كذلک لأنه لم يحفظ فيها شئ عن أبى حنيفة ؒ و أصحابه وذكر فى"القنية" أنه لم ينقل عن أصحابنا كراهة وعن مالک ؒ أنه كرهها وعن الأوزاعى أنها بدعة وقال ابن أمير الحاج :بل الأشبه أنها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى ذلک ثم قال :والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيدمبارک عليک ونحوه وقال يمكن أن يلحق بذلک فى المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذاک الزمان عليه مباركا،على أنه قد ورد الدعاء بالبركة فى أمور شتى فيؤ خذ منه استحباب الدعاء بهاأيضا.

(اور ”تقبل الله مناومنكم“ سے مبارکباد دینا قابل نکیر نہیں ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:ان کاقول ’’ولاتنکر (قابل نکیر نہیں ہے)‘‘ ’’والتهنية‘‘ کی خبر ہے،اورانہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور آپ کے اصحاب سے کچھ منقول نہیں ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ یہ مکروہ ہے اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ یہ بدعت ہے

اور محقق ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے کہا کہ بلکہ اشبہ یہی ہے کہ یہ جائز اور مستحب ہے پھر صحیح سندوں سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار ذکر کر کے فرمایا کہ شام اور مصر کے علاقوں میں "عید مبارک علیک" اور اس جیسے الفاظ رائج ہیں۔ اور اور فرمایا کہ ان دونوں میں جو تلازم ہے اس کی وجہ سے مشروعیت اور استحباب میں اس (یعنی "عید مبارک علیک") کو، اس (تقبل الله منا ومنکم) کے ساتھ ملحق کیا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ جس کی طاعت وعبادت کسی بھی زمانہ میں قبول کرلی جائے تو وہ زمانہ اس کے لئے مبارک ہوگا، اس طور پر کہ مختلف موقعوں پر برکت کی دعاء وارد ہوئی ہے، تو اس سے ان الفاظ سے اس موقعہ پر دعاء دینا اخذ کیا جاسکتا ہے۔)(۱)

۞ "حاشیة الطحطاوی" میں عید کے مستحبات میں مذکور ہے:

والتهنية بقوله تقبل الله منا ومنكم ولا تنكر، بل مستحبة لورود الأثربها كمارواه الحافظ ابن حجرؒ عن تحفة عيد الأضحى لأبي القاسم المستملي بسند حسن. قال وكان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا التقوايوم العيد يقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنک. قال و أخرج الطبراني أيضا في الدعاء بسند قوي.

(اور "تقبل الله مناومنكم" سے مبارکباد دینا قابل نکیر نہیں

(۱) درمختارمع الشامی کراچی: ۲/۱۶۹

ہے، بلکہ مستحب ہے اس سلسلہ میں اثر کے وارد ہونے کی وجہ سے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوالقاسم مستملی رحمہ اللہ کی کتاب" تحفة عيد الأضحى" کے حوالہ سے بسند حسن روایت نقل کی ہے کہ: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب عید کے دن آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو یوں کہتے: "تقبل الله مناو منكم" انہوں نے کہا کہ طبرانی نے بھی اپنی کتاب" الدعاء" میں مضبوط سند سے اس کی تخریج کی ہے۔)(۱)

۞ "البحر الرائق شرح كنز الدقائق" میں ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ عید کے مستحبات میں لکھتے ہیں:

والتهنية بقوله تقبل الله منا ومنكم ولا تنكر.

(اور "تقبل الله مناو منكم". کے الفاظ سے مبارکباد دینا قابل نکیر نہیں ہے۔)(۲)

۞ "منتهى الأنهر شرح ملتقى الأبحر" میں علامہ شیخ زادہ رحمہ اللہ عید کے مستحبات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والتهنية بتقبل الله منا ومنكم ولا تنكر كمافي البحر.

(اور "تقبل الله مناو منكم". سے مبارکباد دینا قابل نکیر نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔)(۳)

---

(۱) حاشية الطحطاوى: ۵۳۰

(۲) البحر الرائق: ۲/ ۱۵۸

(۳) منتهى الأنهر: ۵۹

"درر الحکام شرح غرر الأحکام" میں عید کے مستحبات میں مذکور ہے:

والتهنية بتقبل الله منا ومنكم ،ولا تنكر ،كمافي البحر.

(اور "تقبل الله مناومنكم". سے مبارکباد دینا قابل نکیر نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔)(۱)

"فقه العبادات حنفي" میں بھی عید کے مستحبات میں ہے:

أن يظهر الفرح والبشاشة لمن لقيه لما روى عن حبيب بن عمر الأنصارى قال :حدثنى أبى قال: لقيت واثلة ﷺ یوم عيد فقلت "تقبل الله مناومنک"، فقال: "تقبل الله مناومنک".

(عید کے مستحبات میں سے خوشی اور بشاشت کا اظہار کرنا ہے۔اس روایت کی وجہ سے جو حبیب بن عمر انصاری سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ میری حضرت واثلہ ﷺ سے عید کے دن ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں "تقبل الله مناومنک" کہا تو انہوں بھی کہا "تقبل الله مناومنک"۔)(۲)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عید کے روز باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا کہ: "تقبل الله مناومنكم" یا اس کے ہم مضمون لفظ سے جیسا عیدمبارک وغیرہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے ،

(۱) درر الحکام: ۲/ ۱۴۹

(۲) فقه العبادات: ۱۱۴

بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہ ہو۔"(۱)

❁ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ سے کسی نے استفتاء کیا کہ عید کے دن ایک دوسرے کو مبارکباد دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

جواب: جائز ہے "تقبل اللہ مناو منکم" اور آپ کو عید مبارک ہو وغیرہ کہے۔ (درمختار مع الشامی) واللہ اعلم بالصواب. (۲)

حاصل کلام

اوپر پیش کئے گئے فقہاء کے کلام سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس دعا کا عید کے موقعہ پر مبارکبادی کے لئے استعمال کرنا جائز ہے، پھر ان میں سے بعض نے کہا کہ ابتداء نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی ابتداء کرے تو جواب میں وہی الفاظ کہہ دئے جائیں اور ابتداء کرنے والے پر کوئی نکیر بھی نہیں کی جائے گی، امام اوزاعی نے کہا کہ یہ بدعت ہے۔ ان کے علاوہ کسی سے بدعت کا قول نظر سے نہیں گذرا۔

علماء احناف رحمہم اللہ نے اس کو مستحب ومندوب قرار دیا ہے اور مندرجہ بالا روایات کا تقاضہ یہی نظر آتا ہے اس لئے کہ وہ روایات قابل احتجاج ہیں اور ان روایات سے فی الجملہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے دور میں اس کا تعامل بھی رہا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ کا قول بھی ابن حبان کے حوالہ سے گذرا جس میں اہل مدینہ کا تعامل مروی ہے۔

---

(۱) سال بھر کے مسنون اعمال: ۳۳

(۲) فتاوی رحیمیہ: ۶/۱۷۲

ان تمام روایات کی روشنی میں احناف کا مسلک بالکل معتدل محتاط اور اقرب الی السنۃ ہوناواضح ہوجاتا ہے۔لہذا معاشرہ میں رائج مبارکبادی کے دیگر الفاظ و طریقوں کے بجائے اس طریقہ اوران الفاظ کورواج دیناچاہئے۔

معاشرہ میں رائج طریقہ ہائے مبارکبادی اور ان کا حکم

مسلمانوں میں عید کی مبارکباد دینے کے کئی طریقے رائج ہیں جن میں سے کئی غلط اور غیر اسلامی ہیں، جنہیں اختیار کر کے مسلمان عید کی مبارک ساعات و گھڑیوں میں - جب کہ دشمنوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - اللہ رب العزت کو ناراض کرتے ہیں۔ ہم یہاں مسلمانوں میں رائج چند طریقوں کا ذکر کر کے ان کا حکم بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) عید مبارک کہنا

لوگ عید کے موقعہ پر ''عید مبارک'' یا اس جیسے الفاظ اپنی اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ جائز ہے، مگر چونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلاف سے خاص الفاظ منقول ہیں، جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گذرا، جس سے ان الفاظ سے مبارکباد دینا شریعت میں مستحب و مندوب ہونا دو اور دو چار کی طرح واضح ہو چکا، لہذا ان مأثور الفاظ کے ہوتے ہوئے دوسرے الفاظ کی طرف جانے کے بجائے انہی کو استعمال کرنا چاہئے؛ کیونکہ اسلاف کے الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ اگر کوئی '' **عید مبارک** '' کے الفاظ

استعمال کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

اور پیچھے پیش کی گئی عبارات فقہیہ میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے اور ابن امیر الحاجؒ نے اس جملہ ''عیدمبارک'' کو ''تقبل اللہ مناو منکم'' کی طرح مستحب قرار دیا ہے، جیسا کہ ان کی عبارت گذری، گرچہ اس جملہ کو منقول دعا کے ہم پلہ اور مستحب قرار دینے میں بظاہر تکلف نظر آتا ہے، اس لئے کہ دعا کے الفاظ نبی کریم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول و ماثور ہیں جب کہ ''عیدمبارک'' کے الفاظ منقول و ماثور نہیں ہیں، بلکہ لوگوں کے خود اختراع کردہ ہیں، جن کے معنوی اعتبار سے مستحسن اور خوب ہونے کے باوجود منقول و ماثور الفاظ سے عدول سے احتراز اور اجتناب ہی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ''لیلۃ القدر اور عیدالفطر'' میں حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں:

> ''معلوم ہوا کہ صحابہ آپس میں دعا دیتے تھے، اسی کو اختیار کرنا چاہئے یہی بڑی مبارکبادی ہے۔''(۱)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کی ''احسن الفتاوی'' سے سوالات اور ان کا جواب نقل کرتا ہوں:

> سوال: آج کل جو عید کے روز بالخصوص عید کی نماز کے بعد ''عید مبارک'' کہنے کا عام رواج ہے، کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ اور اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟
>
> جواب: شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور عوام میں اس کا

---

(۱) جواہر شریعت: ۱/۷۵

التزام ہونے لگا ہے ، اس لئے مکروہ ہے اور اگر اسے ثواب بھی سمجھا جاتا ہو تو شریعت میں زیادتی اور بدعت ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔

قال ابن أمير الحاج فی المدخل:قداختلف علمائنا رحمهم الله تعالى فی قول الرجل لأخيه يوم العيد"تقبل الله مناومنک وغفرلنا و لک"على أربعة أقوال:جائزبأنه قول حسن،مكروه لأنه من فعل اليهود،مندوب اليه لأنه دعاء ودعاء المؤمن لأخيه مستحب، الرابع لايبتدئ به وان قال له أحدردعليه مثله .اذا كان اختلافهم فی هذا الدعاء الحسن مع تقدم حدوثه فما بالک بقول القائل عيدمبارک مجرداعن تلک الألفاظ مع أنه متأخرالحدوث فمن من باب أولى أن يكرهوه وهومثل قولهم يوم مبارک،ليلة مباركة،صبحک الله بالخير،و مساک الله بالخيروقدكره العلماء رحمهم الله كل ذلک.(المدخل: ۲/ ۲۹۵)والله أعلم."(۱)

ایسے ہی ایک سوال کہ جواب میں کہ عید مبارک کہنا کیسا ہے؟ حضرت والا "درالمختار" کی عبارت جسے ہم نے اوپر نقل کیا ہے،اور"فتح الباری"کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حاصل یہ کہ دعا"تقبل الله مناومنكم" کے ثبوت وجواز میں

(۱) احسن الفتاوی:۱/۳۸۳

اختلاف ہے، ثبوت راجح ہے،اس پر قیاس کر کے جواز کا قول کیا گیا ہے۔ اس لئے ان الفاظ مخصوصہ کی تعیین اور ایسا التزام کہ حکم شرع ہونے کا اشتباہ ہو مکروہ ہے،اسی لئے علماء وصلحاء کا تعامل نہیں، مطلق دعا جائز و مستحسن ہے۔ واللہ تعالی اعلم.''(۱)

الغرض خلاصہ یہ ہے کہ عید کی مبارکبادی میں عید مبارک کہنا شرعاً جائز ہے، مگر اس پر التزام اور اصرار سے پرہیز لازم اور ضروری ہے، کیونکہ اس کا ثبوت شرعاً نہیں ہے، اور ایسی چیزوں کو لازم سمجھ لینے سے وہ بدعت ہو جاتی ہیں۔(۲)

(۲) عید کا مصافحہ ومعانقہ

ان میں سے ایک ''عید کا مصافحہ ومعانقہ'' ہے کہ لوگ عید کے دن آپس میں مبارکبادی کے طور پر مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں، اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصل نہیں، چنانچہ یہ نہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے کسی قول، فعل اور تقریر سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی امام ومجتہد سے؛ لہذا عید کا مروجہ مصافحہ بدعت، محدث فی الدین اور ایجاد بندہ کے سوا کچھ نہیں ہے، اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ طریقہ اچھا لگتا ہے ایک شیطانی دھوکہ اور فریب ہے، اس لئے کہ جو کام اللہ تعالی شریعت اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بالمقابل ایجاد کیا جائے وہ کسی مسلمان کی نظر میں کیسے اچھا ہو سکتا ہے؟ اس لئے اس سے بے حد پرہیز اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

یہاں ذرا مختصراً اس کی وجہ سمجھنے کی کوشش کیجئے! کہ دراصل مصافحہ ومعانقہ ایک

(۱) احسن الفتاوی: ۱/۳۸۴

(۲) دیکھئے: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اصلاح الرسوم: ۱۱۳

امر مستحسن اور اچھا عمل ہے، بلکہ شریعت کی نظر میں بھی یہ بڑا پسندیدہ ہے، اسی لئے یہ مشروع بھی ہے، مگر شریعت مطہرہ نے جس کسی عمل کو جس موقع پر مشروع کیا ہے، اور جس کیفیت سے مشروع کیا ہے، وہ عمل اسی موقع اور اسی کیفیت کے ساتھ اختیار کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے، ورنہ وہی عمل کسی اور موقع پر یا کسی اور کیفیت کے ساتھ اختیار کیا جائے تو عنداللہ مواخذہ اور پکڑ کا باعث بن جاتا ہے، جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب یہ بات سمجھئے کہ شریعت مطہرہ نے مصافحہ ملاقات اور رخصت کے وقت، اور معانقہ سفر سے واپسی کے وقت مقرر کیا ہے، لہذا یہ دونوں عمل ان مواقع میں کئے جائیں تو وہ عین سنت، اور باعث اجر وثواب ہیں، اور اگر کوئی اس موقع کے علاوہ جیسا کہ عام طور سے لوگ عیدین کے موقع پر کرتے ہیں کہ باپ، بیٹا، بھائی اور دیگر رشتہ دار، دوست احباب اور پڑوسی وغیرہ ایک ساتھ ہی گھر سے مل جل کر چلتے ہیں، اور جیسے ہی نماز عید سے فارغ ہوتے ہیں مصافحہ کرنے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ابھی ساتھ ساتھ کھا پی کر، گفتگو وغیرہ کرتے ہوئے آئے تھے، اور یہ نہ ان کی کوئی ابتدائی ملاقات ہے نہ رخصت کا وقت، اس کے باوجود مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں، اور اس کو عید سعید کا ایک عمل سمجھ کر کے کرتے ہیں، جب کہ شریعت نے اس موقع پر اس کو مقرر نہیں کیا ہے، لہذا یہ عمل خلاف شریعت، بدعت اور محدث فی الدین ہے، جس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

ہم نے یہاں اس سلسلہ میں بڑے اختصار سے کام لیا ہے، لہذا اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے ہمارے حضرت کا رسالہ ’’عید کا مصافحہ اور راہ اعتدال‘‘ کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ اس میں حضرت والا نے اس مسئلہ پر دلائل وبراہین کے ساتھ بالتفصیل روشنی ڈالی ہے۔

(۳) تصویردار بیانر و پوسٹر لگانا

ایک طریقہ جو پہلے بہت خال خال نظر آتا تھا، مگر اب خوب پھیل چکا ہے، وہ یہ ہے کہ بعض لوگ جو کسی تحریک، کسی جماعت یا کسی تنظیم یا سیاست سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اپنی تصاویر اور عید مبارک وغیرہ الفاظ کے بڑے بڑے بیانر اور پوسٹر چوراہوں، سڑکوں، محلوں اور گلیوں میں آویزاں کرتے ہیں، یہ طریقہ کسی بھی طرح اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتا ہے۔ اور اس میں کئی مفاسد و خرابیاں ہیں، چند یہ ہیں:

۱۔ ایک تو تصویر ہے، جس کی حرمت پر بے شمار احادیث موجود ہیں اور اس کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے اور اس کے مرتکب کیلئے قیامت میں سخت ترین عذاب کی تہدید ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.

(قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا)(۱)

آج کل تصویر کے معاملہ میں بڑی غفلت و لاپرواہی برتی جارہی ہے، لوگوں کا معاملہ ایسا ہوگیا ہے کہ گویا وہ اس کو حرام اور ناجائز کام تصور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، اور اس معاملہ میں عوام کو ایک بہت ہی اچھا بہانہ ہاتھ لگ گیا ہے کہ بعض علماء اور اہل مدارس بھی تصویر لیتے اور ویڈیو بناتے ہیں، لیکن مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ جو کسی عالم کے کسی کام کو کر لینے سے وہ جائز اور حلال نہیں ہو جاتا بلکہ حضرات علماء کے عمل کو قرآن وسنت نبوی پر پیش کیا جائے اور اس پر پرکھا جائے گا۔

---

(۱) بخاری: ۵۴۹۴، مسلم: ۳۹۴۳

اس سلسلہ میں ہمارے حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب کی کتاب ''حرمت تصویر علماء عرب وعجم کے فتاوی'' دیکھنی چاہئے کہ حضرت نے اس میں علماء عرب وعجم اور ہر فرقہ کے علماء کے فتاوی جمع فرمادئے ہیں۔

۲۔ دوسری چیز اسراف، تبذیر وفضول خرچی ہے کہ اس میں اپنے اموال کا ضیاع ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالی نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ﴾

(یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں۔)(۱)

اس کے بجائے کیا ہی اچھا ہوگا کہ اتنی خطیر رقم بے کس و بے بس اور مفلس و ضرورت مند مسلمانوں پر خرچ کی جائے تا کہ ان کو بھی عید سعید کی ظاہری خوشیاں بھی میسر ہوسکیں، اس کے بجائے ایسے فضول کاموں میں اپنی دولت کو لگانا کیا کوئی عقلمندی ہے؟۔

۳۔ تیسری چیز ریاء نمود اور فخر ومباہات ہے کہ ان پوسٹروں و بیانروں کے لگانے کا مقصد یہی ہوتا کہ ان کی خوب واہ واہ ہو اور لوگ ان کی بڑائی کے قائل ہوجائیں۔

(۴) اخبارات میں تصویر کے ساتھ مبارکبادی

ایک اور طریقہ کہئے یا پچھلے طریقہ ہی کی ایک شکل کہ بعض لوگ بالخصوص سیاسی لوگ میگزین اور اخبارات وغیرہ میں اپنی تصاویر کے ساتھ مبارکباد دیتے ہیں اس میں بھی وہی مفاسد ہیں، جو پچھلے طریقہ میں ہیں، لہذا اس سے بھی اجتناب کرنا

(۱) سورۂ بنی اسرائیل:۲۷

ضروری ہے۔ ہاں اگر کسی اخبار یا میگزین میں مبارکبادی دینا ہی ہوتو تصاویر اور دیگر خرافات سے گریز کرتے ہوئے شریعت مطہرہ کی جانب سے مقرر الفاظ کو اختیار کرنا چاہئے۔

(۵) عید کارڈ کا استعمال

ایک طریقہ گریٹنگس یا عید کارڈ کا ہے کہ بعض لوگ بالخصوص اسکولوں اور کالجوں کے پروردہ آپس میں ایک دوسرے کو عید کارڈ تقسیم کرتے ہیں۔ بعض حضرات ایسے کارڈ استعمال کرتے ہیں جن میں جانوروں کی تصاویر ہوتی ہیں، اور اس کی خریداری میں فضول خرچی بھی ہوتی ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ اور اگر کوئی استعمال کرے تو اسے چاہئے کہ مذکورہ دعا کو لکھ بھیج دے۔

یہاں ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' سے ایک استفتاء اور حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ کا جواب نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

سوال: عید کارڈ کا رواج ہمارے ہاں کب سے ہوا؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی لکھائی چھپائی اور تقسیم پر جو لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے، کیا یہ اسراف، بے جا نہیں؟ شاید یہ رسم قبیح بھی غیر ملکی دور اقتدار کی نشانی ہے کیونکہ قیمتی کاغذ کی شکل میں لاکھوں روپیہ غیر ملکوں کو چلا جاتا ہے اور غیر ملکی آقاؤں کی دی ہوئی تعلیم کا حامل ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ اس میں زیادہ حصہ لیتا ہے، شادی کارڈ کی شکل میں صرف ہونے والا روپیہ بھی اس ذیل میں آتا ہے، ان کارڈوں کا خریدار بے تحاشہ روپیہ اس مد میں صرف کرتا ہے، جب کہ مرسل الیہ

کو کچھ بھی فائدہ نہیں ملتا، کیا عید کی مبارکباد سادہ خط میں نہیں دی جاسکتی؟

جواب: یہ تو معلوم نہیں کہ عید کارڈ کی رسم کب سے جاری ہوئی مگر اس کے فضول اور بے جا اسراف ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح شادی کارڈ بھی فضول ہیں، آپ کے خیالات قابلِ قدر ہیں۔(۱)

(۶) اپنے بڑوں کے سامنے جھکنا اور پیر چھونا

ایک طریقہ بعض دین سے ناواقف لوگوں میں یہ رائج ہے کہ خاندان کے بڑے لوگوں والدین دادادادی یا نانانانی وغیرہم کے سامنے جھک کر ان کے قدموں کو چھوا جاتا ہے، جسے ''پیر پڑھنا'' کہا جاتا ہے، اس کا شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ ہندوانہ طریقہ ہے کہ ہندو اپنی شادی یا کسی عید وغیرہ کے موقع پر اپنے بڑوں کو اس طرح مبارکبادی دیتے اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور ان سے اپنے زعم میں دعائیں لیتے ہیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ یہ طریقہ مسلمانوں میں ہندوؤں سے آیا ہے، لہذا اس طریقہ میں ایک پہلو تشبہ بالکفار کا بھی ہے کہ اس سے ہندوؤں سے مشابہت ہوتی ہے، جس سے احتراز کرنے کی اسلام میں بڑی سخت تاکید ہے، اور اس سلسلہ میں وعیدیں بھی آئی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے)(۲)

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل:

(۲) مشکوۃ: کتاب اللباس: ۳۷۶

نیز یہ غلو فی التعظیم ہے جو شرک کا دروازہ کھول دیتا ہے، اور یہ طریقہ رکوع وسجدہ سے بھی مشابہت رکھتا ہے، جب کہ رکوع وسجدہ صرف اور صرف اللہ تعالی کے شایان شان ہے، لہذا اس سے بے حد پرہیز کرنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت انس ابن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ:

عن أنس بن مالك ﷺ قال: قال رجل : يا رسول الله الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أخاه أو صديقه أَيَنْحَنِي لَهُ ؟ قال: لا ، قال : أَفَيَلْتَزِمُهُ وَ يُقَبِّلُهُ ؟ قال : لا ، قال: أفيأخُذ بيده و يصافحه ؟ قال :نعم.

(ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کوئی آدمی جو اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کی تعظیم کے لئے جھک جائے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، پھر اس نے سوال کیا کہ کیا معانقہ کرے اور بوسہ دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، پھر اس نے سوال کیا کہ کیا مصافحہ کرے؟ تو فرمایا کہ: ہاں۔)(۱)

مظاہر حق جدید میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے وقت جھکنا، جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض جگہوں پر اس کا رواج ہے، خلاف سنت ہے اور آنحضرت نے اس کو اس بنا پر پسند نہیں فرمایا کہ یہ چیز رکوع کے

(۱) ترمذی:۲/۱۰۲

حکم میں ہے اور رکوع اللہ تعالی کی عبادت ہے۔"(۱)

آگے لکھتے ہیں:

"مطالب المؤمنین میں حضرت شیخ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے زمین بوسی کرے یا اس کے آگے پیٹھ کو جھکائے تو اس کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا، البتہ گنہگار ہوگا کیونکہ کسی کے آگے زمین بوسی کرنا یا جھکنا تعظیم کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ عبادت کی نیت سے (اور اگر کوئی شخص عبادت کی نیت سے اس طرح کا فعل کرے گا تو وہ یقیناً کافر ہو جائے گا)

بعض مشائخ نے اس فعل (جھکنے) کی ممانعت کو بڑی شدت اور سختی کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ: کاد الانحناء أن يكون كفرا. یعنی جھکنا کفر کے نزدیک پہنچا دیتا ہے۔"(۲)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

أما الانحناء عند الملاقاة فمكروه تحريما كما في فتاوى الحنفية. (ملاقات کے موقعہ پر جھکنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ حنفیہ کے فتاوی میں ہے)(۳)

بہر حال یہ طریقہ مزاج شریعت سے میل نہیں کھاتا بلکہ اس کے خلاف ہے لہذا اس سے پرہیز ضروری ہے۔

---

(۱) مظاہر حق جدید: ۳۷۰/۵، نیز دیکھئے: مرقاة المفاتيح: ۴۹۸/۸

(۲) مظاہر حق جدید: ۳۷۰/۵، ۳۷۱

(۳) العرف الشذي شرح سنن الترمذي: ۱۵۲/۴

قدم بوسی کا مسئلہ

یہاں کسی کو ان روایات سے دھوکہ نہ ہو جن میں قدم بوسی کی اجازت ورخصت منقول ہے۔اس سلسلہ میں فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے''دست بوسی اور قدم بوسی''جو دراصل شیخ امام محمد عابد سندھی رحمہ اللہ کے ایک رسالہ "الكرامة والتقبيل"کی تلخیص ہے۔ہم یہاں اسی رسالہ کی روشنی میں قدم بوسی کا شرعی حکم لکھتے ہیں:

(۱)اس سلسلہ میں پہلی قابل توجہ بات یہ ہے کہ دست بوسی اور قدم بوسی ہر کسی کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ صرف دینی شرف والے یا عالم دین یا سلطان عادل کے ساتھ خاص ہے ہر کس و ناکس کے لئے جائز نہیں ہے،چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ چند روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ''حضرت شیخ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ''عالم'' اور''سلطان عادل''اور''صاحبِ شرفِ دینی'' کی دست بوسی بلکہ قدم بوسی بھی جائز ہے؛کیونکہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں صفات کے ایسے جامع ہیں کہ جس کی نظیر عالم میں نہیں۔اس کے بالمقابل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے جو تقبیل کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ ان عام لوگوں کے لئے ہے جو اوصاف ثلثہ مذکورہ سے خالی ہوں۔''(۱)

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں اس سلسلہ میں منع

(۱) جواہر الفقہ:۱/۱۸۷

وارد ہوا ہے، ہم نے یہ حدیث پیچھے لکھ دی ہے، اس کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جن میں مذکور الصدر اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف نہ ہو اس کے ساتھ یہ معاملہ معانقہ اور تقبیل کا نہ کیا جائے، صرف مصافحہ کافی ہے اور قرینہ اس کا خود وہ سوال ہے جو حدیث میں مذکور ہے، کیونکہ سائل نے یہ نہیں پوچھا کہ بڑے عالم یا بزرگ سے ملیں تو کیا کریں؛ بلکہ سوال عام دوست یا بھائی کا کیا ہے جس کے جواب میں آپ نے معانقہ اور تقبیل کو منع فرمایا۔"(۱)

(۲) دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ عالم دین، سلطان عادل اور صاحب شرف دینی کو بھی جو اجازت دی گئی ہے، اس میں بھی چند باتیں قابل لحاظ ہیں:

اول یہ کہ جس شخص کو اس عمل سے عجب وتکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے درست نہیں کہ دوسروں کو دست بوسی یا قدم بوسی کا موقع دے.

دوم یہ کہ اس عمل سے اس عالم یا صاحب شرف دینی کو تکلیف نہ ہو اور اگر تکلیف ہو تو ایسی صورت میں دست بوسی وقدم بوسی تو کجا مصافحہ بھی صحیح نہ ہوگا۔

سوم یہ کہ جس کی قدم بوسی کی جا رہی ہے اس کے نفس میں تکبر وغرور پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ بالخصوص مجمع میں ہو تو اس سے غرور اور دیگر مفاسد پیدا ہوں گے کہ وقت ضائع ہوگا، اس جگہ اس کی رسم وعادت ہو جائے گی اور ہر آنے والے کو خواہی نہ خواہی یہ کام کرنا پڑے گا اور اگر نہ کرے تو اور دیگر مفاسد پیدا ہوں گے۔

---

(۱) جواہر الفقہ: ۱/۱۸۷

(۳) تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ دست بوسی اورقدم بوسی کی روایات و واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام ہوئے مگر اتفاقی طور پر کسی ایک دوآدمی نے کر لئے نہ اس کی عادت تھی نہ سب مجمع کو یہ کام کرنا تھا نہ کوئی کسی کو اس کی دعوت دیتا تھا اور نہ کوئی کسی کی حرص کرتا تھا، بس اسی سادگی اور عدم پابندی کے ساتھ جہاں ہوں جائز درست بلکہ مستحب بھی ہوسکتا ہے، جہاں یہ سادگی نہ رہی، پابندی آگئی یا عادت پڑگئی تو وہ مفاسد سے خالی نہیں اور فقہاء کے کا یہ ضابطہ معروف و مشہور ہے کہ اگر کسی مستحب کام میں کچھ منکرات شرعیہ شامل ہو جائیں تو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا واجب ہو جاتا ہے، بشرطیکہ وہ سنن مقصودہ میں سے نہ ہو، جیسے جماعت نماز کے بعد کے مصافحہ کو بعض فقہاء نے اس لئے مکروہ اس کو نماز کی ایک سنت جیسا قرار دے دینا خلاف شرع اور گناہ ہے۔(۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دست بوسی اور قدم بوسی کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے اتفاقی چیز ہے، ان کا کوئی عام معمول ورواج نہیں تھا بالخصوص قدم بوسی کا عمل تو بہت ہی کم رہا ہے لہذا اسے اسی حد تک رکھنا چاہئے، نہ یہ کہ اس کی ایک دوسرے کو دعوت و ترغیب دی جائے اور پھر یہ اجازت بھی حضرات علماء ومشائخ اور سلطان عادل اور صاحب شرف دینی کے لئے ہے، نہ کہ ہر کس و ناکس کے لئے لہذا اسے اسی حد تک رکھنا ضروری ہے، اور اگر کوئی دوسروں سے اپنے لئے یہ عمل کروانا چاہتا ہو تو وہ پہلے غور کرلے کہ کیا وہ اپنے آپ کو ان مذکورہ افراد میں سے پاتا ہے؟ ظاہر ہے خود سے اس کا اپنے آپ کو اہل سمجھنا بڑی نادانی ہے، اور پھر علماء ومشائخ وغیرہ کے لئے بھی یہ عمل پابندی سے نہیں بلکہ اتفاقی طور پر جائز ہے نہ کہ اسی کا رواج اور معمول ہو جائے۔ فافہم

(۱) مستفاداز جواہر الفقہ جلد اول

نوٹ: اوپر بتایا گیا کہ علماء ومشائخ اور صاحب شرف دینی کی قدم بوسی جائز ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جنہیں دین سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ دین کے چور وڈاکو ہیں، جیسا کہ آج کل ایسے بے شمار لوگ بظاہر دین کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں اور لوگوں کا مال بٹور کر ان کا ایمان لوٹتے رہتے ہیں، یہ لوگ ہرگز اس کے مستحق نہیں ہیں، بلکہ یہاں مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل ایمان وتقوی سے معمور، عشق الٰہی وعشق نبوی سے چور، جن کا ظاہر و باطن احکام اسلام کا پابند، اور سنن مصطفویہ سے مزین ہو۔

(۷) مسیج یا ای میل بھیجنا

عیدین کے موقعہ پر مبارکبادی کا ایک طریقہ آج کل موبائل پر میسیج، یا انٹرنٹ سے ای میل وغیرہ بھیجنے کا ہے کہ بعض لوگ عید کے دن ان ذرائع سے مختلف قسم کے میسج وغیرہ بھیجتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ان ذرائع سے بھی مبارکبادی کے مستحب الفاظ ہی کو بھیجا جائے، اور کسی قسم کے خرافات کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔

تمت بعون الله الملك الوهاب

وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد

صلاة دائمة، وعلى اله وصحبه وأزواجه وعلى من تبعهم

باحسان الى يوم الدين

محمد خالد قاسمی چامراج نگری
خادم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور
۷رشعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

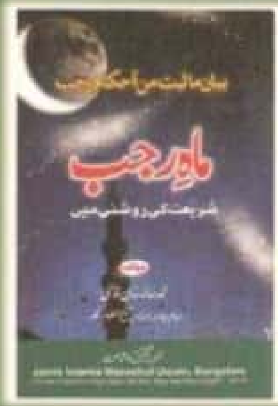

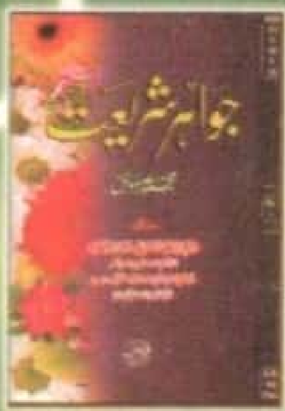

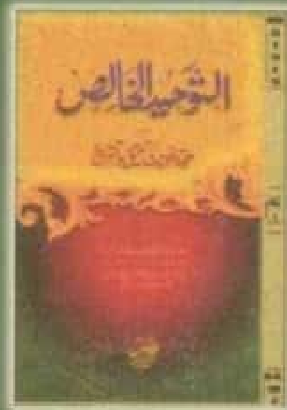

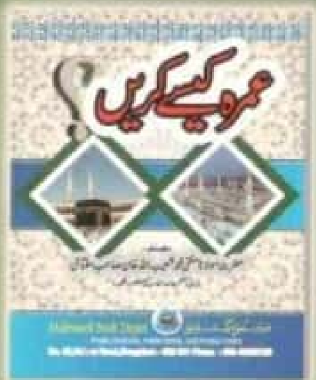

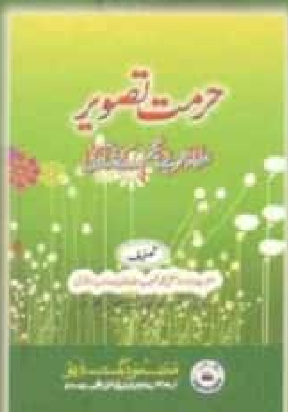

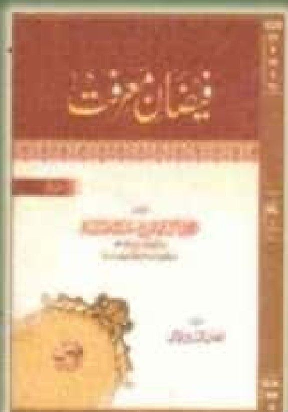

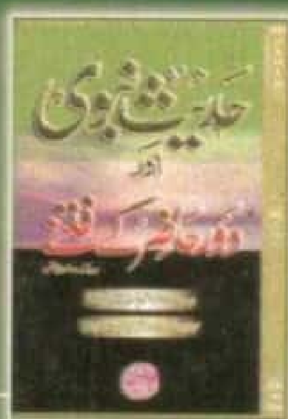

Mahmood Book Depot محمود بک ڈپو

PUBLISHERS, PRINTERS, DISTRIBUTORS

No. 82, Haines Road, Bangalore - 560 051 Phone : 080-42032128